سلسلہ نمبر 21

بار دوم ۵۰۰

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم

بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَۃً (رواہ البخاری)

ماخوذ

مواعظ حکیم الامت (محشی)

جلد ۳

وعظ

استخفاف المعاصی

گناہوں کو ہلکا سمجھنے کی مذمت میں یہ وعظ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو بعد نماز عشاء قاضی صاحب کے مکان پر رام پور منہاران میں کھڑے ہو کر بیان فرمایا جو اڑھائی گھنٹوں میں ختم ہوا مولوی نذر حسین پنجابی نے قلم بند کیا۔

از افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

حواشی

مولانا خلیل احمد تھانوی

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ دار العلوم الاسلامیہ

کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور نمبر ۱۸

فون پرانی انارکلی: ۷۲۳۵۳۷۲۸ کامران بلاک: ۶۲۸۰۶۰ ۵۴۲۲۲۱۳

ستمبر ۱۹۹۹ء

جمادی الاوّل

مواعظ حکیم الامت (محشّٰی)

جلد سوم

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

عنوانات و حواشی

مولانا خلیل احمد تھانوی

شعبۂ نشر و اشاعت
جامعہ دار العلوم الاسلامیہ
کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

مواعظ
حکیم الامّت (محشّیٰ)

جلد سوم

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

عنوانات وحواشی

مولانا خلیل احمد تھانوی

شعبہ نشر واشاعت

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

فون: ۵۲۲۲۲۱۳-۴۴۸۰۶۰

استخفاف المعاصی

۱-	خطبہ ماثورہ	۲
۲-	تمہید	۳
۳-	گناہ کی بڑائی	۳
۴-	گناہ کی چنگاری	۴
۵-	توبہ برلب	۴
۶-	حقیقت توبہ	۶

نمبر شمار	عنوانات	صفحات
۷-	فراغت کی قدر	۷
۸-	توبہ میں جلدی	۹
۹-	لذت گناہ	۱۰
۱۰-	لذت طاعت	۱۰
۱۱-	نافرمانی کا اثر	۱۱
۱۲-	طاعت کا اثر	۱۲
۱۳-	اعمال کا دھوکہ	۱۳
۱۴-	سلسلہ اشرف المواعظ کا پہلا وعظ	۱۹
۱۵-	خطبہ ماثورہ	۱۹
۱۶-	زبان کے گناہ	۱۹
۱۷-	توبہ آسان نہیں	۲۰
۱۸-	جھوٹ کی حقیقت	۲۰
۱۹-	جھوٹ کی اقسام	۲۱
۲۰-	غیبت کی کدورت	۲۲
۲۱-	گناہ کی لذت	۲۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ تبلیغ نمبر ۲۱ ——— بار دوم ۵۰۰

استخفاف المعاصی

از افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی

گناہوں کو ہلکا سمجھنے کی مذمت میں یہ وعظ ۳ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ کو بعد نماز عشاء قاضی صاحب کے مکان پر رام پور منہاراں میں کھڑے ہو کر بیان فرمایا جو ڈھائی گھنٹوں میں ختم ہوا مولوی نذر حسین پنجابی نے قلم بند کیا۔

ناشر

جمادی الاول ۱۴۲۰ھ ——— ستمبر ۱۹۹۹ء

شعبہ نشر و اشاعت دار العلوم الاسلامیہ کامران بلاک اقبال ٹاؤن لاہور

خطبۂ ماثورہ

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولینا محمدًا عبدہ ورسولہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

اما بعد۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝

ترجمہ: جب کہ تم اس کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے جس کی تم کو مطلق خبر نہیں تھی اور تم اس کو ہلکی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بھاری بات تھی۔

(النور آیت ۱۵)

تمہید

یہ سورۃ نور کی آیتیں ہیں۔ ان میں ایک خاص گناہ کو ہلکا سمجھنے کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ وتحسبونہ ھینا وھو عنداللہ عظیم ط اس میں نص ہے یہ قصہ افک کا ہے۔ اس میں تہمت اور بہتان کا بیان ہے اور اس کو ہلکا سمجھنے پر توبیخ ہے۔[1]

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا خاص اسی گناہ کو جیسا کہ مقتضی سبب نزول کا ہے۔ یا ہر گناہ کا جب کہ وہ کبیرہ ہو ہلکا سمجھنا برا اور مذموم ہے۔

سو غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں تخصیص کسی گناہ کی نہیں۔ کیونکہ سبب نزول سے تو حکم کی تخصیص ہوا ہی نہیں کرتی۔ رہا شبہ تخصیص کا عظیم سے سو ہر گناہ گو وہ صغیرہ ہو۔ اپنی حقیقت کے اعتبار سے عظیم ہی ہے کیونکہ حقیقت گناہ کی نافرمانی ہے اللہ جل جلالہ کی۔

گناہ کی بڑائی

اور ظاہر ہے کہ نافرمانی گو کسی قسم کی ہو۔ زیادہ ہی بری ہے۔ اور گناہوں کے درجات میں جو چھوٹائی بڑائی کا تفاوت[2] ہے وہ ایک امر اضافی ہے کہ ایک بہت بڑا گناہ ہے اور دوسرا اس سے چھوٹا۔ ورنہ اصل حقیقت کے اعتبار سے سب گناہ بڑے ہی ہیں۔ کسی کو ہلکا نہ سمجھنا چاہیئے۔ اس چھوٹے بڑے ہونے کی ایسی مثال ہے کہ جیسے آسمان دنیا عرش سے تو چھوٹا ہے مگر در حقیقت کوئی چھوٹی چیز نہیں۔ دوسری مثال ناپاکی اور پلیدی کی ہے کہ پلیدی چاہے تھوڑی ہو یا بہت مگر حقیقت تو دونوں کی پلیدی ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ جتنی کسی کی عظمت اور احسان ہوتا ہے اتنی ہی اس کی نافرمانی

---

[1] ڈانٹ ڈپٹ [2] فرق

کرنا بڑی بات ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور احسان کے برابر نہ کسی کی عظمت نہ کسی کا احسان۔ تو اس کی نافرمانی سب سے زیادہ بری ہوگی پس وہ اپنی اس حقیقت اور مقتضیٰ کے اعتبار سے عظیم ہی ہوگی اور اس کا مقتضا یہ تھا کہ گناہ کا ارتکاب نہ کیا جاتا مگر اس جز کے چند اسباب ہیں بعضے گناہ کو تو صغیرہ[1] سمجھ کر ارتکاب کر لیا جاتا ہے حالانکہ اسی راز کی وجہ سے فقہا نے لکھا ہے کہ استخفاف[2] گناہ کفر ہے گو چھوٹا ہی ہو۔ غرض خدا تعالیٰ کی ہر نافرمانی عظیم ہی ہے اس اعتبار سے توجیہیں سمجھنے کے ہر گناہ کو عام ہوئی۔

گناہ کی چنگاری

گناہ کی مثال تو آگ کی سی ہے۔ ایک چنگاری بھی مکان جلانے کے لیے کافی ہے اور بڑا انگارہ بھی۔ پس صغیرہ چنگاری ہے اور بڑا گناہ انگارہ۔ پس عمل کرنے کے لیے یہ پوچھنا کہ یہ صغیرہ ہے یا کبیرہ[3] شبہ میں ڈالتا ہے کہ اگر کبیرہ ہوگا تو بچیں گے اور اگر صغیرہ ہوا تو خیر ہم ایسے شخص سے اجازت لیتے ہیں کہ لاؤ تمہارے چھپر میں چھوٹی سی چنگاری رکھ دیں اگر یہ ناگوار ہے تو خدا تعالیٰ کی نافرمانی کیسے گوارا ہے وہ چنگاری گو چھوٹی ہو مگر پھیلتے پھیلتے انگارہ ہی ہو جائے گا۔ اسی طرح آدمی اول صغیرہ کرتا ہے اور وہ چھوٹتا نہیں اس اصرار سے وہ صغیرہ کبیرہ ہو جاتا ہے اور زیادہ مدت تک کرتے رہنے سے اس کو ہلکا ہی سمجھنے لگ جاتا ہے اور وہ اس جہت سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔

توبہ بر لب

بعضے توبہ کے بھروسہ گناہ کرتے ہیں اور یہ سخت غلطی ہے کیونکہ گناہ کی جب عادت ہو جاتی ہے

---

[1] چھوٹا [2] گناہ کو ہلکا سمجھنا [3] بڑا۔

پھر توبہ بھی مشکل ہو جاتی ہے کیونکہ نئے گناہ سے جن کی ابھی لذت نہیں رچی توبہ کرنا آسان ہے اور عادت والے گناہ سے توبہ بہت مشکل ہے۔ علاوہ اس کے جب چھوٹے گناہوں سے اجتناب نہیں کیا جاتا ہے تو طبیعت بے باک ہو جاتی ہے اور دل کھل جاتا ہے پھر رفتہ رفتہ کبیرہ بھی ہونے لگتے ہیں جیسے صاف کپڑے کو بارش میں کیچڑ وغیرہ سے بچایا جاتا ہے اور جب بہت چھینٹے پڑ جاتے ہیں تو پھر دامن کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے اور وہ کپڑا بالکل خراب ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی گناہ کا معاملہ ہے کہ جس گناہ کی طبیعت عادی ہو جاتی ہے وہ پرانا ہو جاتا ہے اور چھوٹتا نہیں. مثلاً زمینداروں کاشتکاروں وغیرہ میں. یہ گناہ بمنزلہ عادت ہو گئے۔ غصب[1] ظلم. بیع باطل جیسے آم اور بیر کی بیع متعارف اور یتیموں نابالغوں کے مال میں تصرف دیکھ لیجئے. یہ گناہ کس طرح سب بے کھٹکے کرتے ہیں اور خیال میں بھی نہیں لاتے۔ البتہ شراب نہیں پئیں گے تو یہ تفاوت اسی عادت کے ہونے نہ ہونے سے ہے بس ثابت ہو گیا کہ عادت ہو جانے سے اصرار[2] و استخفاف[3] بلکہ استحسان[4] کی نوبت آجاتی ہے. اس لیے توبہ مشکل ہو جاتی ہے اور اگر ہوتی بھی ہے تو زبانی جیسے کسی نے کہا ہے ؎

سبحہ درکف توبہ برلب دل پُر از ذوق گناہ — معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما[5]

چنانچہ ان امور متذکرۂ بالا سے توبہ تو کیسی اور الٹے ان امور کے ترک کو خلاف ریاست اور ذلت سمجھتے ہیں اور گناہ سے دل برا نہیں ہوتا۔ حالانکہ ایمان کی نشانی یہ ہے اذا سرتک[6] حسنتک وساءتک سیئتک۔ غرض توبہ ان وجوہ سے مشکل ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ

---

۱ غصب ۲ بار بار کرنا ۳ ہلکا سمجھنا ۴ اچھا سمجھنا

۵ ہاتھ میں تسبیح زبان پر توبہ دل گناہوں کی لذتوں سے پُر ہے
گناہوں کو بھی ہماری ایسی توبہ پر ہنسی آتی ہے!

۶ جب تجھ کو تیری نیکی اچھی لگے اور برائی بُری لگے۔

توبہ کے بھروسہ گناہ کرنا نہایت حماقت ہے مگر بعض نادان پھر بھی دھوکے میں ہیں اور توبہ کے توقع پر گناہوں پر دلیری کرتے ہیں۔ اس شخص کی ایسی مثال ہے کہ اس کے پاس مرہم ہو اور اس کے بھروسے وہ اپنی انگلیاں آگ میں جلالیتا ہو، کیا یہ شخص پورا احمق نہیں ہوگا۔ کیا کسی عقل نے کبھی ایسا کیا ہے جب اس آگ پر دلیری نہیں کی جاسکتی تو دوزخ کی آگ تو اس آگ سے ستر حصہ زیادہ تیز ہے بلکہ مرہم تو پھر بھی من کل الوجوہ اختیاری ہے۔

حقیقت توبہ

اور توبہ گو بظاہر اختیاری ہے مگر مرہم کی طرح من کل الوجوہ اختیاری[1] نہیں کیونکہ توبہ کی حقیقت یہ ہے التوبۃ ندم[2] جس کو یوں بھی تعبیر کیا ہے۔ وھو تحرق[3] الحشا علی الخطاء تالم القلب علی الاثم۔ پس توبہ اس سوزش اور جلن کو کہتے ہیں۔ یہ معلوم ہے کہ تالم مقولہ انفعال سے ہے اور وہ اختیار سے خارج ہے البتہ اس پر ایک طالبعلمانہ شبہ ہوتا ہے کہ جب توبہ امر اختیاری نہیں اور حسب الارشاد لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[4] کے غیر اختیاری کی تکلیف دی نہیں گئی تو پھر توبوا کا امر کیوں کیا گیا اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اختیاری کی دو قسم ہیں ایک وہ جو خود اختیار میں ہو۔ ایک وہ جس کے اسباب اختیار میں ہو سو توبہ باین معنی اختیاری ہے کہ اس کے اسباب اختیاری ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے عذاب کا مراقبہ سو اس کے کرنے سے عادۃ اللہ یونہی جاری ہے کہ ندامت اور تالم قلب جو حقیقت میں توبہ ہے پیدا ہوجاتی ہے لہٰذا توبوا کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

---

[1] ہر اعتبار سے [2] توبہ ندامت کا نام ہے [3] جلن محسوس کرے سینہ میں اور غمگین ہو اس کا دل گناہ پر [4] اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زائد تکلیف نہیں دیتے۔ بقرہ آیت ۲۸۶۔

الذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم۔ [1] مطلب یہ کہ اگر ان سے گناہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے عذاب کو یاد کرتے ہیں۔

یہاں پر ذکروا اللہ۔ میں مضاف محذوف ہے۔ یعنی ذکروا عذاب اللہ او عظمت اللہ اور واقعی اللہ تعالیٰ کی عظمت ایسی ہی چیز ہے کہ اس کے یاد رکھنے سے نافرمانی نہیں ہو سکتی اور وہ ہے بھی قابل یاد رکھنے کے بس اس کو دل سے بھلا کر اس کی نافرمانی پر کمر باندھ لینا بڑی بے باکی کی بات ہے۔

فراغت کی قدر

بعضے منتظر رہتے ہیں کہ فلاں کام کر کے توبہ اور تدارک کر لیں گے حالانکہ ممکن ہے کہ اُس کو موانع کے ہجوم سے اتنی مہلت ہی نہ ملے اس لیے اس وقت کے امکان اور فراغت کو غنیمت سمجھو اور جب یہ معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کے عذاب کے مراقبہ کرنے سے توبہ نصیب ہوتی ہے تو اب دوسری بات قابل غور ہے کہ اس مراقبہ کے لیے بھی فرصت اور فراغ کی ضرورت ہے بعض لوگ اس فراغ کی بھی قدر نہیں کرتے حالانکہ وہ بہت بڑی غنیمت چیز ہے حدیث میں ہے اغتنم خمسا قبل خمس [2] اور ان میں سے ایک یہ ہے فراغک قبل شغلک [3] مشغول آدمیوں کی حالت میں غور کرنے سے فراغ کی قدر معلوم ہوتی ہے وہ بے چارے ہر وقت بلا میں مبتلا ہیں ان کو کوئی وقت فرصت کا اور ایسے سوچ کا نہیں ملتا بس یہ حالت ہے کہ شعر

---

[1] آل عمران آیت ۱۳۰ [2] پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔

[3] فرصت کو مصروفیت سے پہلے۔

چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد [۱]

فراغ کی قدر کے بارے میں خوب کہا گیا ہے ؎

خوشا روزگارے کہ دارد کسے — کہ بازار حرصش نباشد بسے
بقدر ضرورت یسارے بود — کند کارے ار مرد کارے بود [۲]

اور اسی حدیث شریف میں دوسری چیز ہے کہ صحتک قبل سقمک [۳] تیسری شبابک قبل هرمک [۴] نیز حدیث شریف میں ہے کہ من اصبح امنا فی سربه معافی فی جسده و عنده قوت یومه فکانما حیزت له الدنیا بحذافیرها [۵] — واقعہ میں یہی بات ہے کیونکہ اگر زیادہ بھی ہوا تب بھی اس کی تو ہر روز ایک ہی روز کا قوت آئے گا پس اس میں یہ اور قلیل والا بس برابر ہوا ؎

گر بریزی بحر را در کوزہ — چند گنجد قسمت یک روزہ [۶]
چوں ترا نانی و خرقانی بود — ہر بن موئے تو سلطانی بود

چنانچہ اسی زمانے کے ایک متمول کی حکایت ہے کہ وہ ایک روز اپنے خزانہ کو دیکھنے گیا جو زیر زمین بڑے مکان میں تھا اور وہ مکان گاہ گاہ [۸] کھلتا تھا اتفاق سے اس کو وہاں دیر لگ گئی اور کسی کو خبر تھی نہیں ملازموں نے دروازہ بند کر دیا اور وہ بہت بڑا مکان تھا۔

---

۱ جب مرے تو مبتلا مرے جب اٹھے گا مبتلا اٹھے گا ۲ کیا ہی اچھا ہے دن اس شخص کا کہ اس کی حرص کا بازار زیادہ نہ ہو۔ ضرورت کے مطابق مزدوری میں لگے اور اپنے کام سے کام رکھے۔ ۳ صحت کو بیماری سے پہلے ۴ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔ ۵ جو شخص ایمان کی حالت میں اپنے بستر پر صبح کرے اور اس کا جسم عافیت کے ساتھ ہو اور اس کے پاس ایک یوم کا کھانا ہو تو گویا اس کو دنیا دے دی گئی اپنی نعمتوں کے ساتھ۔ ۶ اگر سمندر کو کوزہ میں بند کر بھی دیا جائے تو تجھے ایک دن میں ایک ہی دن کا کھانا ملے گا۔ جب تجھے کھانا اور کپڑا مل گیا تو تیرا بال بال بادشاہ ہو گیا۔
۸ کبھی کبھی

اور دروازوں کا سلسلہ بڑی دور تک تھا اور یہ اتنی دور تھا کہ وہاں سے آواز باہر نہیں آسکتی تھی الغرض وہ یہودی وہاں جواہرات کے ڈھیروں میں بھوکا پیاسا مر گیا۔ اس وقت کوئی اس سے پوچھتا تو اس کے نزدیک ایک بسکٹ اور پانی کے سامنے سارا خزانہ ہیچ تھا۔ ایسی ہی حکایت ہے کہ کسی بھوکے کو ایک تھیلی ملی کھول کر دیکھا تو اشرفیاں۔ پھینک کر زمین پر ماری اور افسوس کیا اور کہا کہ اگر یہ گیہوں کے دانے ہوتے تو کچھ کام آتے۔

توبہ میں جلدی

الغرض فراغ اور صحت اور ضروری سامانِ خرچ یہ بہت غنیمت چیزیں ہیں۔ یہ ہر وقت میسر نہیں آتیں۔ اس لیے اس کو غنیمت سمجھے۔ اس وقت کی فرصت کو ہاتھ سے نہ دے اور توبہ بہت جلدی کرے۔ بعضے لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے ناز پر توبہ نہیں کرتے حالانکہ رحمت اور مغفرت کی خبریں اس لیے دی گئی ہیں کہ تائب کو یاس[1] نہ ہو جیسا کہا گیا ہے ؎

باز آباز آ ہر انچہ ہستی باز آ[2]   گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست   صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اور جرأت اور دلیری کے واسطے نہیں کہ اور دلیر ہو کر گناہ کرو بلکہ احسان اور رحمت خداوندی کی اطلاع کا مقتضا یہ تھا کہ متاثر ہو کر اور بھی طاعت اور فرمانبرداری کرتے نہ کہ اور جرأت اور گستاخی اور نافرمانی کی جائے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں کوئی کسی کے ساتھ احسان

---

[1] مایوسی [2] باز آجا باز آجا جو کچھ بھی ہے تو باز آجا چاہے کافر ہے چاہے آتش پرست چاہے بت پرست باز آ۔ اس دربار میں ناامیدی نہیں ہے سو بار اگر توبہ توڑی ہے پھر بھی باز آ۔

کرتا ہے تو وہ اور زیادہ محبت و اطاعت کرتا ہے نہ کہ مخالفت و سرکشی۔

لذتِ گناہ

رہا یہ اشکال کہ واقعی اس کا مقتضا تو یہی تھا مگر ایک دوسرا مقتضی کہ لذت ہے وہ غالب ہو گیا۔ چنانچہ گناہ میں ظاہر ہے کہ کیسا مزہ اور لذت ہے اس کو چھوڑنا اس لیے مشکل ہے سو اگر ادراک صحیح ہو تو یہ اشکال بالکل ٹھیک نہیں کیونکہ گناہ میں جو لذت ہے اس کی مثال کھجلی جیسی ہے کہ خود اس میں کوئی لذت نہیں محض مرض کی وجہ سے لذت معلوم ہوتی ہے پھر فوراً ہی سوزش پیدا ہوتی ہے سو یہ دراصل مرض ہے جیسا سانپ کے کٹے ہوئے کو کڑوا بھی میٹھا معلوم ہونے لگتا ہے سو کسی عاقل کو ایسی لذت علاج سے مانع نہیں ہوتی۔

لذتِ طاعت

البتہ حقیقی لذت طاعت میں ہے چونکہ ان لوگوں نے ابھی اعمال آخرت اور پرہیزگاری اور طاعت کی لذت چکھی نہیں اس لیے گناہ اور نفسانی لذات ان کو مرغوب معلوم ہوتے ہیں آخرت اور پرہیزگاری کی لذت حضرت ابراہیم ادہمؒ سے پوچھئے کہ کس طرح اس کے پیچھے سلطنت کی لذت ترک کر دی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس لذت کے پیچھے لباس شاہانہ ترک کر کے غریبانہ کپڑوں پر کفایت کی اور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو سلطان سنجر نے ملک نیمروز دینا چاہا اس کے جواب میں یہ شعر تحریر فرمائے ؎

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد ۔۔۔ در دل بود اگر ہوس ملک سنجرم[۱]

---

[۱] تقاضا سے جلن سے سنجر کی چھتریوں کی مانند میرا مقدر سیاہ ہو جائے اگر میرے دل میں ملک سنجر کی خواہش ہو۔

زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب — من ملک نیم روز بیک جو نمی خرم [۱]
بفراغ دل زمانے نظرے بماہ روئے — بہ از آنکہ چتر شاہی ہمہ روز ہاؤ ہوئے [۲]
پس از سی سال معنی محقق شد بخاقانی — کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی [۳]

چونکہ یہ لذت و تنعمات درحقیقت جان کے لیے عذاب ہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں ولا تعجبك اموالهم واولادهم انما يريد الله ليعذبهم بها في الحيوة الدنيا الخ [۴]

نافرمانی کا اثر

اول تو ان سب چیزوں کا مرضی کے موافق حاصل ہونا غیر اختیاری اور اگر حاصل بھی ہو گئیں تو ان سب مشغولی اور تعلق کی پریشانی اور بے آرامی یہ دوسرا عذاب۔ حقیقت میں آرام تو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے میں ہے الا بذكر الله تطمئن القلوب [۵] یہ کلفتیں [۶] تو گناہ انفسی [۷] ہیں اور بعض کلفتیں آفاقی بھی مرتب ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان نافرمانیوں

---

[۱] جب سے مجھے نصف شب کی بادشاہت ملی میں ملک نیم روز کو ایک جَو کے عوض بھی نہیں لیتا۔ [۲] ایسی بادشاہت سے جس میں ہر وقت ہنگامہ آرائی ہو ایک لمحہ اللہ کی طرف فراغت کے ساتھ متوجہ ہونا زیادہ بہتر ہے

[۳] تیس سال کے بعد خاقانی کو یہ بات محقق ہوئی کہ ایک لمحہ اللہ کی طرف متوجہ ہونا زیادہ بہتر ہے ملک سلیمانی سے [۴] تعجب میں نہ ڈالے تجھے ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کو تو یہی منظور ہے کہ انہیں ان کے ذریعہ دنیا میں بھی عذاب کرتا ہے (التوبہ آیت ۸۵)

[۵] آگاہ ہو جاؤ اللہ ہی کے ذکر میں دلوں کا اطمینان ہے (الرعد آیت ۲۸)

[۶] پریشانیاں [۷] ذاتی۔

کی بدولت طرح طرح کی بیماریاں طاعون وغیرہ وبائی امراض آپس کی نا اتفاقیاں وغیرہ ظہور میں آتی ہیں اور ان بیماریوں سے ظاہری اسباب گو امور طبعیہ ہوں مگر ذنوب ان کے اسباب حقیقیہ اور اصلیہ ہیں اور دونوں میں تعارض نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ سزا تو ہو گناہ کی وجہ سے مگر ظہور اس سزا کا اسباب طبعیہ کے ذریعہ سے ہوا ہو۔ اور چونکہ لوگ ذنوب[1] کو ان امراض کا سبب نہیں قرار دیتے صرف طبی علاج کرا استغفار ہے وہ نہیں کرتے وہ بھی کرنا چاہیئے ؎

چند خوانی حکمت یونانیاں　　حکمت ایمانیاں را ہم بخواں
صحت ایں حس بجوئید از طبیب　　صحت آں حس بجوئید از حبیب
صحت ایں حس ز معموری تن　　صحت آں حس ز تخریب بدن ؎

اور ذنوب سے مصائب کا آنا نصوص سے ثابت ہے ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم[2] ایک بزرگ گھوڑے پر سوار تھے وہ شوخی کرنے لگا فرمانے لگے ہم سے آج کوئی گناہ ہو گیا ہے اس کی وجہ سے یہ ہماری نافرمانی کرتا ہے[3] ؎

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ　　کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ
ہر کہ ترسید از حق و تقوی گزید　　ترسد ازوے جن و انس و ہر کہ دید

طاعت کا اثر

اس کے مناسب جناب پیر و مرشد حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمۃ کی حکایت ہے کہ ایک دفعہ

---

[1] گناہوں　[2] جو کچھ پہنچتی ہے تم کو مصیبت پس تمہارے ہاتھ کی کمائی سے ہے۔ (الشوریٰ آیت ۳۰)
[3] تو اللہ کے حکم سے گردن نہ پھیر کوئی تیرے حکم سے گردن نہیں پھیرے گا جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اس سے تمام جن و انس ڈرتے ہیں اور جو اسے دیکھے۔

؎ حکمت یونانی تو بہت سیکھی اب حکمت ایمانی بھی سیکھو۔ اس قسم (جسمانی) کی صحت تو تلاش کی جاتی ہے طبیب سے اس قسم کی (روحانی) صحت تلاش کرو حبیب (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ صحت حاصل ہوتی ہے جسم کی فربہی سے اور وہ صحت حاصل ہوتی ہے بدن کی کمزوری سے

پیران کلیر سے واپس ہوتے ہوئے سہارنپور تشریف لائے لوگوں نے آپ کو ایک ایسے مکان میں اتروایا کہ وہاں ایک جن نے سخت آزار پہنچا رکھا تھا حتیٰ کہ وہ مکان بالکل معطل چھوڑ دیا گیا تھا۔ جب حضرت رات کو اٹھے دیکھتے کیا ہیں کہ ایک آدمی آیا اور سلام کیا اور مصافحہ کرکے بیٹھ گیا حضرت نے تعجب سے پوچھا کہ تم کون ہو کیونکہ مکان بند تھا اس نے عرض کیا میں ایک جن ہوں اور میری ہی وجہ سے یہ مکان خالی پڑا ہے حضرت حاجی صاحب نے فرمایا تم کو خدا کا خوف نہیں کہ لوگوں کو تکلیف دیتے ہو اس نے عہد کیا کہ میں اب تکلیف نہ دوں گا اس کے بعد وہ جن اس مکان سے چلا گیا اور وہ مکان آباد ہو گیا تو یہ اثر جن پر حضرت کی طاعت ہی کا تھا۔ ایک سیر کی روایت ہے کہ حضرت عمرو بن العاص نے جب مصر فتح کیا تو ایک بار دریائے نیل خشک ہو گیا لوگوں نے عرض کیا کہ یہاں یہ رسم ہے کہ جب دریائے نیل خشک ہو جاتا ہے تو لوگ ایک کنواری لڑکی کو بناؤ سنگار کرکے اس میں ڈال دیتے ہیں دریائے نیل پھر جوش مار کر جاری ہو جاتا ہے آپ نے فرمایا ایسا کبھی نہ ہوگا اور یہ سب مضمون حضرت عمرؓ کو لکھ کر بھیجا حضرت عمرؓ نے اپنا ایک رقعہ دریائے نیل کے نام لکھ کر بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ "اگر تو اپنی خوشی سے چلتا ہے تو ہم کو تیری حاجت نہیں اللہ تعالیٰ کفیلِ رزق ہے اور اگر خدا کے حکم سے چلتا ہے تو شیطان کے تصرف سے کیوں بند ہوتا ہے" اس کے ڈالتے ہی دریا کو جوش ہوا اور ہمیشہ کے لیے جاری ہو گیا اور وہ بد رسم موقوف ہو گئی یہ برکت صرف اطاعت کی ہے۔ حقیقت میں جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرتا ہے اس کے لیے سب باتیں آسان ہو جاتی ہیں، غرض طاعت کا سبب راحت اور معصیت کا سبب کلفت ہونا ثابت ہو گیا۔

اعمال کا دھوکہ

آج کل اول تو گناہ کو مصیبت کا سبب ہی نہیں سمجھتے اور اگر کوئی سمجھا بھی ہے تو اپنے

۱؎ تکلیف سے بیکار

گناہ کو مصیبت کا سبب ہی نہیں سمجھتے دوسرے کے گناہ کو سمجھتا ہے۔ چنانچہ ایسے موقع پر اپنے گناہ کو نہیں دیکھتے پہلے بزرگوں کی حالت اس کے برعکس تھی حضرت ذوالنون مصریؒ سے لوگوں نے درخواست کی کہ حضرت بارش نہیں ہوتی فرمایا کہ میں سب سے زیادہ گناہ گار ہوں شاید بارش میری وجہ سے نہیں ہوتی میں یہاں سے چلا جاتا ہوں اس کے بعد چلے گئے اور بارش بھی ہوئی۔ پس ہم لوگوں کو اپنے گناہوں پہ نظر کرنا چاہیئے۔ مگر آج کل بجائے گناہ کے اپنی خوبیوں پہ نظر ہوتی ہے حالانکہ وہ خوبیاں ہی کیا ہیں اور اس کی خبر نہیں کہ ہمارے ناقص اعمال درگاہ خداوندی کے قابل ہرگز نہیں ہوسکتے ہیں تو بس یہ سب محض دعویٰ اور پندار ہے ؎

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے ۔۔۔ حاصل خواجہ بجز پندار نیست[۱]

[۲] از دست و زبان کہ بر آید ۔۔۔ کز عہدۂ شکرش بدر آید

[۳] منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی ۔۔۔ منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

یہ لوگ اپنے جن اعمال خیر پر نازاں ہوتے ہیں وہ خیر صرف ان کے گمان ہی کے موافق ہے ورنہ حقیقت میں بوجہ خلاف طریق اور بے ضابطہ ہونے کے وہ قابل قبول بھی نہیں۔ مثال کے طور پہ یاد آیا کہ ایک شخص بیطور[۴] مجھ کو پنکھا جھلنے لگے مجھ کو ناگوار ہوا اب وہ صاحب تو سمجھتے ہوں گے کہ ہم خدمت کر رہے ہیں اور آرام دے رہے ہیں مگر یہاں اس کے خلاف کلفت اور کدورت ہورہی ہے اور بعض لوگ اپنے ہی گناہوں کو سبب مصائب کا سمجھ کر طاعت و استغفار میں مشغول ہوتے

---

[۱] خواجہ کا گمان ہے کہ اس کو کچھ حاصل ہوگیا ہے۔ اس کے گمان کا حاصل یہ ہے کہ اسے سوائے گمان کے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ [۲] کس کے ہاتھ اور زبان سے یہ ہوسکتا ہے کہ اس کے شکر کی ذمہ داری کو پورا کرے [۳] اس بات کا احسان نہ جتا کہ تم بادشاہ کی خدمت کرتے ہو بلکہ اس کا احسان مند ہو کہ اس نے تجھ سے خدمت لے لی۔

[۴] بے ڈھنگے پن سے

ہیں مگر اس استغفار اور عبادت میں ابتدا سے یہ نیت ہوتی ہے کہ جب یہ مراد حاصل ہو جائے گی تو اس کو چھوڑ دیں گے مثلاً طاعون کے زمانے میں نماز پڑھتے ہیں مگر اس کے ختم کے ساتھ ہی اس کو بھی چھوڑ دیتے ہیں یہ تو بالکل دھوکہ کی صورت ہو گئی ؎

زنہار ازاں قوم نباشی کہ فریبند   حق را بسجودے و نبی را بہ درودے[۱]

اسی باب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو دعانا لجنبہ او قاعداً او قائماً[۲] جب اس کی تکلیف جاتی رہتی ہے اور سزا تو اس طرز عمل کی سخت ہونا چاہیئے تھی مگر اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ کان لم یدعنا الیٰ ضرٍ مسّہ[۳] اُن کی رحمت و عنایت ہے کہ باوجود اتنی خطاؤں اور شوخیوں اور گستاخیوں کے روزی و عافیت ویسی ہی برقرار رکھتے ہیں ؎

خدائے راست مسلم بزرگواری و حلم   کہ جرم بیند و نان برقرار مے دارد[۴]

لیکن فی نفسہ گناہ کا مقتضا کلفت ہی فی الحال بھی فی المآل[۵] بھی تو ایسی چیز میں لذت ہی کیا ہوئی تو وہ اشکال رفع ہو گیا اور کوئی عذر گناہ کرنے کا معقول نہ رہا اور ثابت ہو گیا کہ گناہ ہلکا سمجھنے کی چیز نہیں خ اعتقاداً کہ کفر ہے اور نہ عملاً و حالاً کہ خلاف دین اور خلاف عقل ہے۔ حدیث میں ہے کہ مومن گناہ کو ایسا سمجھتا ہے جیسے کسی پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہو کہ وہ گرا چاہتا ہے اس لیے اس سے بچتا ہے اور ڈرتا ہے اور منافق گناہ کو ایسا سمجھتا ہے جیسے ایک مکھی آکر بیٹھ گئی اور اس کو ہاتھ سے اڑا دیا اس لیے بے دھڑک گناہ کرتا ہے اور ڈرتا نہیں۔ گناہ کا خوفناک ہونا تو بیان ہو چکا اب اس کے تدارک کے لیے ایک طریقہ بیان کیا جاتا ہے جس سے توبہ کرنے کا طریقہ معلوم ہو اور گناہ سے خوف ہو وہ طریقہ یہ ہے۔

---

[۱] ایسی قوم میں سے نہ ہو کہ جو دھوکہ دیتے ہیں اللہ کو سجدہ کے ذریعہ اور نبی کو درود سے [۲] پکارتا ہے پہلو پر، بیٹھ کر، اور کھڑا ہو کر (یونس آیت ۱۲) [۳] گویا کہ نہیں پکارا اس نے ہم کو کسی تکلیف میں جو اس کو پہنچی (یونس آیت ۱۲) [۴] خدا ہی کے لیے بڑائی اور بردباری مسلم ہے۔ کہ جرم دیکھتا ہے اور رزق پھر بھی دیتا ہے۔ [۵] مستقبل میں بھی۔

کہ روزانہ ایک وقت مقرر کرکے اس میں ان مضامین کا مراقبہ کرے اور پھر نفس سے محاسبہ کرے چنانچہ اول گناہ کے مفاسد اور مضار کو سوچے اور پھر اس کے اوپر عذاب ہونے والا ہے اس کا خیال کرے پھر یہ دیکھے کہ میں کس کی نافرمانی کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچے اور پھر اپنے معاملے کو سوچے جو اللہ تعالیٰ سے کر رہا ہے پھر نفس سے خطاب کرکے اس کو تنبیہ اور تہدید[1] کرے اس کے بعد موت اور مابعد الموت کے تمام امور کو سوچے اس سے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ دنیا کی محبت کم ہوگی جو سبب اکثری ہے گناہوں کا۔ حدیث شریف میں ہے اکثروا ذکر ھاذم اللذات[2] مراقبہ کے لیے یہ اشعار نہایت مناسب ہیں

؎ کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے — خوب ملک روس ہے اور سرزمین طوس ہے
گر میسر ہو تو کیا عشرت سے کیجے زندگی — اس طرف آواز طبل اودھر صدائے کوس ہے
صبح سے تا شام چلتا ہے مے گلگوں کا دور — شب ہوئی تو ماہ رویوں سے کنار و بوس ہے
سنتے ہی عبرت یہ بولی اک تماشا میں تجھے — چل دکھاؤں تو تو قید آز کا محبوس ہے
لے گئی یکبارگی گور غریباں کی طرف — جس جگہ جان تمنا سو طرح مایوس ہے
مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے — یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے
پوچھ تو ان سے کہ جاہ و حشمت دنیا سے آج — کچھ بھی ان کے ساتھ غیر از حسرت و افسوس ہے

اس مراقبہ کے بعد دنیا کی بھی محبت کم ہوگی اور توبہ بھی ہوگی اور مرض گناہ کا بفضلہ تعالیٰ دور ہو جائے گا۔

سبحان اللہ شریعت نے کیا علاج تجویز فرمایا ہے اگر امر تکوینی سے مبتلائے مرض ہوا تھا تو امر تشریعی سے صحت یاب ہوا[3]

درد از یار است و درماں نیز ہم — دل فدائے او شد و جاں نیز ہم

---

[1] ڈرائے۔ [2] لذتوں کو توڑنے والی کا ذکر کثرت سے کرو یعنی موت کا۔

[3] تکلیف بھی دوست کی طرف سے اور علاج بھی اسی کی طرف سے دل اور جان اس پر فدا ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زبان کے گناہ

از افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ

ناشر

شعبہ نشر و اشاعت: دارالعلوم اسلامیہ لاہور

کامران بلاک۔ اقبال ٹاؤن

سلسلہ اشرف المواعظ کا پہلا وعظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ ماثورہ ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید[1] (الآیۃ) اس آیت شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایسے امر پر متنبہ فرمایا ہے جس کا عقیدہ تو سب کو ہے۔

زبان کے گناہ لیکن بوجہ غفلت کے خیال نہیں ہوتا۔ انسان جو کچھ منہ سے نکالتا ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں حرف بحرف لکھا جاتا ہے۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے رہتے ہیں ایک نیکیوں کا لکھنے والا دوسرا بدی کا۔ خواہ قولی ہوں یا فعلی فرشتے برابر لکھ لیتے ہیں۔ غرض یہ ایسا امر ہے جس کو تمام عوام وخواص جانتے ہیں۔ باوجود اس کے اکثر زبان کو انہیں باتوں میں صرف کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہیں اور اعضاء سے اس قدر گناہ نہیں سرزد ہوتے جتنے یہ زبان کرتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اور سب گناہوں میں کچھ دقت ومشقت بھی ہوتی ہے کچھ مقدمات واسباب بھی ہوتے ہیں بخلاف زبان کے گناہ کے اس میں کچھ مشقت وخرچ نہیں۔

اور گناہوں کی صورت نمایاں ہوتی ہے مثلاً بدکاری کا ارادہ کرتا ہے تو پہلے چلتا ہے بات کرتا معلوم ہوگا۔ اسی طرح شراب وغیرہ کے آثار معلوم ہو جاتے ہیں۔ لیکن زبان کا کوئی اثر معتد بہ نہیں معلوم ہوتا، چونکہ یہ امر بہت بڑی غفلت کا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمادیا

---

[1] سورۃ ق آیت ۱۸

دو قسم کی باتیں ہیں جن میں زبان استعمال کی جاتی ہے ایک وہ جن کے واسطے پیدا کی گئی ہے دوسری وہ باتیں ہیں جن سے زبان کو بچنا چاہیئے۔ حق سبحانہ تعالےٰ نے طاعت وعبادت کے واسطے زبان کو پیدا کیا ہے جیسے چمچہ فرنی وودھ کے واسطے بنایا گیا ہے بجائے اس کے کوئی اس سے غلاظت اٹھانے لگے۔ لیکن اگر کوئی شخص چمچہ کو اس طرح استعمال کرے تو ہم اس کو بڑا احمق سمجھیں گے حالانکہ زبان کے چمچہ سے ہم ہر وقت غیبت وجھوٹ جمع کر رہے ہیں فرق اسی قدر ہے کہ چمچہ ایک لوٹے پانی سے پاک وصاف ہو سکتا ہے لیکن وہ غلاظت جو ہم نے زبان کے چمچہ سے جمع کی ہے سات سمندروں کے پانی سے بھی نہیں دھل سکتی۔

توبہ آسان نہیں

کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ توبہ جب چاہیں گے کر لیں گے اور سب گناہ معاف ہو جائیں گے اللہ بڑا غفور الرحیم ہے۔ توبہ بہت دشوار ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ "التوبۃ ندم" یعنی توبہ گناہوں کے بعد دل کی سوزش ودھن کا نام ہے۔ اور یہ سوزش بے قراری پیدا کرنا انسان کے قابو میں نہیں۔ چونکہ ہم لوگوں کو توبہ کی حقیقت ہی معلوم نہیں ہے اس وجہ سے سہل سمجھ لیا ہے۔

جھوٹ کی عادت

اکثر باتیں جو زبان سے نکلتی ہیں بری ہیں۔ صبح سے شام تک اس میں بڑا مشغلہ ہے۔ ایک بڑی مہلک چیز جھوٹ ہے۔ بعض لوگ جھوٹ بولنے پر اپنے آپ کو مضطر ومجبور سمجھتے ہیں۔ لیکن جب انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارا حاکم جھوٹ سے بہت ناخوش ہوتا ہے اور یہ امر اس سے چھپا نہیں رہے گا تو اس کی رضامندی کے واسطے چار پیسے کا نقصان کرتے ہیں اور باز رہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی رضامندی کا اتنا بھی خیال نہیں۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی محبت ہمارے دل میں سچی نہیں ہے جب دیکھا کہ دنیا کا کوئی نقصان

نہیں ہوتا تو دین کا کام کر لیا، جہاں چار پیسے کا نقصان ہوا فوراً چھوڑ بیٹھے۔ یہ کیا دیانتداری ہے؟ حالانکہ اصلی ضرورت کا شریعت نے خود لحاظ فرمایا ہے۔ اور بعض موقعوں پر جھوٹ بولنے کی اجازت دے دی ہے۔ مثلاً دو شخصوں میں رنجش ہے ان کی صلح کرانے کی غرض سے اگر کوئی جھوٹی باتیں کرے تو جائز بلکہ ثواب ہے۔ ایک سے کہہ دے کہ وہ تمہارے ملنے کے بہت مشتاق ہیں۔ ہر وقت آپ کی تعریف کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے سے کہے کہ جب سے آپ سے مفارقت ہوئی ہے ان کو نہایت ہی بے چینی ہے۔ اسی طرح بی بی کی رضامندی کے لئے شارع علیہ السلام نے جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے۔ جیسے سچی اشتہا میں طبیب کھانے کی اجازت دیتے ہیں اور کاذب میں منع کرتے ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ طبیب کے منع کرنے سے خوش ہوں اور طبیب مطلق نے جہاں ممانعت فرمائی ہے اس سے ناراض ہوں۔ جب ماں سے یہ نہیں ہو سکتا کہ تمہارے نفع کی چیز ضرورت کے وقت تم کو نہ دے تو اللہ سبحانہ تعالیٰ تو ماں سے بدرجہا زیادہ شفیق ہیں تمہارے نفع کی چیزوں سے تم کو کیوں روکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے موقعوں پر شریعت نے اجازت فرمائی ہے۔ مگر ضرورت وہی ہے جس کو شریعت نے ضرورت سمجھا۔ اس میں تمہارے خیال کا اعتبار نہیں ہے۔ جہاں ممانعت فرمائی ہے وہ موقع نفع کا نہیں ہے اپنے آپ کو مضطر و مجبور سمجھنا عین حماقت ہے۔ افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں میں علماء سے پوچھنے کی عادت جاتی رہی ورنہ یہ نوبت نہ آتی۔

جھوٹ کی اقسام

انسان جب کثرت سے جھوٹ بولتا ہے تو ایک روز اللہ کے یہاں جھوٹوں کے دفتر میں اس کا نام درج کر لیا جاتا ہے۔ جیسے اقوال میں جھوٹ ہوتا ہے اسی طرح افعال میں بھی ہوتا ہے

مثلاً کوئی شخص لوگوں کے دکھلانے کو خیرات کرے اور ثواب کی نیت نہ ہو تو وہ فعلاً جھوٹا ہے۔ جھوٹ میں جس قدر خداع وفریب زیادہ ہوگا اس کا گناہ بھی زیادہ ہوگا۔

جھوٹ تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جس میں کسی کی حق تلفی نہ ہو بلکہ اصلاح ہو یہ جائز ہے۔ دوسری وہ کہ دوسروں کو ضرر پہنچے یہ حرام ہے۔ تیسری وہ جس میں نہ کوئی ضرر ہو نہ نفع یہ لغو ہے۔ اس کو بھی چھوڑنا چاہئے کیونکہ اس سے دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

غیبت کی کدورت

علاوہ جھوٹ کے ایک زبان کا گناہ غیبت ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کے پیچھے ایسی بات کہی جائے جس سے اس کی توہین ہو۔ خواہ وہ برائی اس کی ذات کے متعلق ہو یا اس کی کسی چیز کا عیب ہو۔ مکان، گھوڑے یا کپڑے کی مذمت بھی غیبت میں داخل ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس میں ہم کو ذرا بھی احتیاط بھی۔ کوئی وقت ایسا نہیں جس میں دو چار لوگوں کی غیبتیں نہ کرتے اور سنتے ہوں۔ ہم لوگوں کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کو پھانسی کا حکم ہو گیا ہو اور ایک اس کے پڑوسی کا مقدمہ دیوانی میں پیش ہو تو اس کے اوپر افسوس کرے اور اپنی مصیبت کو بھول جائے یہ نہ خیال کرے کہ میں تو کل کو لٹکتا ہوں گا اس کی کیا فکر کروں۔ دوسروں کے ذرا ذرا سے عیبوں پر نظر ہے اور مجمعوں میں بیان کئے جاتے ہیں اور اس سے بڑے بڑے عیبوں میں خود مبتلا ہیں ان کا کچھ ذکر نہیں۔ اگر اپنے عیبوں کا ذکر تو کیا خیال بھی ہوتا تو کبھی اصلاح کی بھی فکر ہو جاتی۔ مگر اپنے آپ کو تو ہر شخص نے بالکل بے گناہ سمجھ لیا ہے۔ غیبت سننے سے جب منع کیا جاتا ہے تو بعض شخص یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ صاحب اگر ہم کسی کی بات نہ سنیں تو اپنے دل میں وہ برا مانے۔ لیکن اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اوپر سے کسی پر پیشاب کر دے اور وہ اس خیال سے کہ اگر میں ہٹوں گا

تو یہ برا مانیں گے اور پڑا ہوا پیشاب گراتا رہے۔ لیکن دیکھا جاتا ہے کہ اس طرح سے کوئی اپنے آپ اپنے اوپر پیشاب کرانے سے کبھی راضی نہ ہوگا۔ پھر غیبت تو اس سے بھی زیادہ ناپاک و نجس ہے۔ پیشاب سے اگر کپڑا ناپاک ہوتا ہے تو اس سے دل ناپاک و نجس ہو جاتا ہے۔

گناہ کی لذت

گناہوں میں مزہ پانا دل کی بیماری کی علامت ہے۔ جیسے سانپ کے کاٹے ہوئے کو نیم کے پتے میٹھے معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ مٹھائی موت کا پیام لاتی ہے۔ ابتدا میں اگر اصلاح کی کوشش کی جائے تو سہل ہے ورنہ پھر تو مثل بخار کے مریض کے ہے جس کو بدپرہیزیوں سے دق ہو گئی ہو اور پھر بھی اس نے کچھ پرواہ نہ کی۔ آخر کو درجۂ رابع میں پہنچ کر لاعلاج ہو گئے۔ اسی طرح جو لوگ گناہ پر برابر اصرار کرتے ہیں اور مالک کی طرف رجوع نہیں کرتے انکے دلوں پر مہر ہو جاتی ہے جس کے سبب سے پھر توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم و علی ابصارھم غشاوۃ [1] (الآیۃ) اگرچہ گناہ فی الوقت مزیدار معلوم ہوتا ہے لیکن وہ مزہ فوری و فانی ہے اور اس کی سزا دائمی و باقی ہے۔ دنیا کے مزے بالکل خواب و خیال ہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ ان کے واسطے اپنی آخرت کی دولت و عزت کو نہ برباد کرے۔ جیسے کسی کی حکایت ہے۔ ایک شخص کی عادت تھی کہ سوتے میں ہمیشہ پیشاب نکل جاتا تھا۔ اس کی بی بی نے کہا یہ کیا حماقت ہے۔ اس نے کہا خواب میں شیطان آتا ہے اور کہتا ہے چلو سیر کو چلیں لیکن پہلے پیشاب کر لو میں سمجھتا ہوں پاخانہ ہے پیشاب کو بیٹھ جاتا ہوں اور پیشاب نکل جاتا ہے

---

[1] سورہ بقرہ آیت ۷

اس کی بی بی نے کہا آج شیطان سے کچھ روپئے کی فرمائش کرنا اس نے کہا اچھا۔ اگلے روز جب خواب میں پھر شیطان سے ملاقات ہوئی تو کہا یار تم روز بستر پر پیشاب تو کرا دیتے ہو لیکن ہماری کچھ مدد نہیں کرتے۔ شیطان نے کہا کس چیز کی ضرورت ہے۔ غریبی کی شکایت کی اس نے کہا آپ اگر پہلے ذکر کرتے تو اس کا ضرور خیال کیا جاتا۔

شیطان نے اس کو ساتھ لیکر ایک بادشاہ کے یہاں جا کر نقب لگایا اور بہت سے توڑے روپیوں کے اس کی کمر پر لاد دیئے یہاں تک کہ پاخانہ خطا ہو گیا۔ صبح کو جب آنکھ کھلی تو روپیہ ایک بھی نہ پایا لیکن بستر آلودہ تھا اس کی بی بی نے کہا یہ کیا ہوا سب قصہ بیان کیا۔ بی بی نے کہا ایسے روپیوں سے باز آئی آئندہ بار رکھو پیشاب ہی کر لیا کرو۔ یہی حال دنیا کی لذتوں اور مزوں کا ہے۔

حالِ دنیا را بپرسیدم من از فرزانہ گفت یا خوابی ست یا بادی ست افسانہ

بازگفتم حالِ آنکس گو کہ دل دروے ببست گفت یا غولے ست یا دیوے ست یا دیوانہ

عرصہ تک گناہ کرنے سے دل میں یہی کیفیت ہو جاتی ہے اور پھر گناہ کی برائی محسوس نہیں ہوتی ابتدا میں جب کوئی رشوت لیتا ہے تو دل میں بہت رنج ہوتا ہے اور شرماتا ہے کہ یہ مجھ کو بڑا لالچی سمجھے گا۔ جب دو چار مرتبہ لیتا ہے تو پھر شرم و حیا نہیں رہتی یہانتک کہ پھر خود منہ سے مانگ کر لیتا ہے۔ جس روز کچھ نہیں آتا بہت رنج و صدمہ ہوتا ہے اور جس روز کچھ مل گیا عید ہو گئی۔

اصرار سے توبہ کی امید نہیں ہوتی۔ ایک شرابی سے توبہ کے لئے کہا گیا تو اس نے کہا مجھے اللہ کی رحمت پر امید ہے اور آخر وقت شراب پی کر مر گیا۔

تمت

لے دنیا کا حال میں نے ایک عقلمند سے پوچھا اس نے کہا یا خواب ہے یا ہوا ہے یا افسانہ ہے۔ پھر میں نے کہا اسکا حال بتا جس نے اس سے دل لگایا اس نے کہا کہ یا غول ہے یا دیو ہے یا دیوانہ ہے۔